آبی وسائل

شرعی احکام وضوابط

تلخیص

ڈاکٹر مفتی محمد شاہ جہاں ندوی
صدر شعبۂ حدیث وعلوم حدیث جامعہ اسلامیہ، شانتاپورم، مالاپورم، کیرالہ

ایفا پبلیکیشنز، نئی دہلی

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نام کتاب	:	آبی وسائل — شرعی احکام وضوابط
ملخص	:	ڈاکٹر مفتی شاہجہاں ندوی
صفحات	:	۴۴
سن طباعت	:	۲۰۱۴ء
قیمت	:	۳۰

ناشر

ایفا پبلیکیشنز، نئی دہلی

۱۶۱ — ایف، بیسمنٹ، جوگا بائی، پوسٹ باکس نمبر: ۹۷۰۸
جامعہ نگر، نئی دہلی — ۱۱۰۰۲۵
فون: 011- 26981327
ای میل: ifapublication@gmail.com

بسم الله الرحمن الرحيم

فہرست

موضوع کا تعارف	۷
آبی وسائل سے متعلق ضروری احکام	۸
آبی وسائل کے سلسلے میں اکیڈمی کا فیصلہ	۱۳
خاتمہ	۴۱
تجاویز	۴۲

☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

موضوع کا تعارف:

آبی وسائل (Water Sources) سے مراد پانی کے وہ ذخیرے ہیں جہاں پانی جمع اور محفوظ رہتا ہے جیسے نہریں، دریا، جھیلیں، چشمے، تالاب، کنویں اور زیر زمین پانی ذخیرہ کرنے کی جگہیں۔

بلا شبہ پانی زمین پر موجود ہر زندہ شۓ کی زندگی اور بقا کے لیے اولین ضرورت ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے :"وجعلنا من الماء کل شئ حی أفلا یؤمنون" (۲۱/الأنبیا: ۳۰)۔(اور ہم نے پانی سے ہر جاندار چیز کو بنایا ہے، کیا پھر بھی ایمان نہیں لاتے)، پانی کی اسی اہمیت کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے کرۂ ارض پر تین حصے پانی اور ایک حصہ خشکی رکھا ہے، چنانچہ کرۂ زمین پر ایک ارب چالیس کروڑ مکعب کیلومیٹر پانی موجود ہے، اس کا 71% حصہ سطح زمین پر ہے، لیکن 97% زمین کا پانی سمندروں کی شکل میں ہے، جو زمین کے تقریباً 70.8 فیصد رقبے پر پھیلا ہوا ہے، اور جو نمکین اور انسان کے لیے نا قابل استعمال ہے، انسان کے لیے قابل استعمال پینے اور دیگر استعمالات کے لیے صرف تین فیصد پانی ہی دستیاب ہے جس کو ہم تازہ پانی کہتے ہیں، میٹھا اور قابل استعمال پانی، برفانی تودوں یا عمیق برف کی چادر کی شکل میں قطبین پر ہے، برفانی پانی عموماً کسی بھی قسم کی آلودگی سے پاک ہوتا ہے، لیکن برفانی پانی کا تناسب صرف ایک فیصد ہے، اور دو فیصد میٹھا اور قابل استعمال پانی، دریاؤں، ندیوں، نہروں، جھیلوں، تالابوں، اور کنوؤں سے حاصل ہوتا ہے۔

الغرض قابل استعمال پانی کی مقدار بہت کم ہے، حالانکہ پانی تمام جاندار اجسام کی زندگی کا دارومدار ہے اور طبی نقطۂ نظر سے زندہ جسم میں پانی کی کارکردگی کا حصہ دوسری چیزوں کے مقابلے میں ۹۰ رفیصد زیادہ ہے، غذا اور ہوا بھی پانی ہی کے ذریعے جسم میں تحلیلی عمل سے گزرتی ہیں، بلکہ جسم کے ظاہر و باطن سے نقصان دہ عناصر کو دور کرنے کے لیے بھی پانی کی کارکردگی اہمیت رکھتی ہے۔

دوسری طرف یہ بھی حقیقت ہے کہ پانی ایک آفاقی محلول ہے جس میں کوئی بھی شۓ حل ہو کر اس کا جز بن جاتی ہے، اور اس سے پانی آلودہ ہوتا ہے، آج پانی کی آلودگی سب سے اہم اور بڑا مسئلہ ہے، چنانچہ فضائی آلودگی کے بعد آبی آلودگی (Water Pollution) ماحولیات کا سب سے سنگین مسئلہ بن گیا ہے۔

آبی وسائل کے سلسلہ میں اسلامی تعلیمات سب سے زیادہ مؤثر اور منصفانہ ہیں چنانچہ اس کتابچہ میں ان کا جائزہ لیا جائے گا۔

آبی وسائل سے متعلق ضروری احکام:

پانی انسانی ضروریات اور استعمال کے لحاظ سے بہت ہی اہمیت کا حامل ہے، پانی کے بغیر انسان کی زندگی محال ہے۔ پانی کی اسی قدر و قیمت اور اہمیت کے پیش نظر اسلام نے مندرجہ ذیل تعلیمات دی ہیں:

۱ – پانی کو برباد اور ضائع نہ کیا جائے، کیونکہ یہ اس عظیم نعمت کی ناشکر گزاری اور بے قدری ہے، چنانچہ پنج وقتہ نمازوں کے لیے کیے جانے والے وضو میں بھی اسراف کی ممانعت ہے، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے مروی ہے کہ نبی کریم – صلی اللہ علیہ وسلم – حضرت سعد کے پاس سے گزرے جبکہ وہ وضو کر رہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت

کیا :"ماهذاالسرف یاسعد؟قال :أفي الوضوء سرف؟قال :نعم،وإن كنت على نهر جار"(مسند احمد حدیث نمبر ۷۰۶۵، سنن ابن ماجہ حدیث نمبر ۴۲۵)۔(اے سعد، یہ کیا اسراف ہے؟ سعد نے پوچھا، کیا وضو میں بھی اسراف ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا ہاں، خواہ تم بہتی نہر کے کنارہ پر بیٹھ کر وضو بنا رہے ہو)۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :"وکلوا واشربوا ولا تسرفوا"(۷/الأعراف:۳۱)(اور کھاؤ پیو، البتہ حد سے تجاوز نہ کرو)۔

۲- اپنی اصل کے اعتبار سے پانی پاک اور پاک کرنے والا ہے، جیسا کہ فرمان الٰہی ہے :"وأنزلنا من السماء ماء طهورا" (۲۵/الفرقان:۴۸)۔(اور ہم نے آسمان سے پاک پانی نازل کیا) اور دوسری جگہ ارشاد ہے :"وينزل عليكم من السماء ماء ليطهركم به" (۸/الأنفال:۱۱)،(وہ تم پر آسمان سے پانی نازل کرتا ہے تاکہ تم کو اس کے ذریعہ پاک کرے)۔ لہذا جب تک پانی میں نجاست نہ ملے، اسے پاک ہی سمجھا جائے گا۔

۳- پانی اصلا مباح ہے، اس پر کسی کی اجارہ داری نہیں ہے، لہذا پانی کی ضرورت سے زیادہ ایسی ذخیرہ اندوزی درست نہیں ہے کہ دوسرے لوگ تنگی میں پڑ جائیں، چنانچہ آپ – صلی اللہ علیہ وسلم – نے ارشاد فرمایا :"المسلمون شركاء في الثلاث في الماء والكلأ والنار"(سنن أبی داؤد حدیث نمبر ۳۴۷۷، سنن ابن ماجہ ۲۴۷۲، مسند احمد ۲۳۰۸۲)۔(مسلمان تین چیزوں میں شریک ہیں: پانی، گھاس اور آگ) دیگر لوگوں کا حکم یہی ہے، مسلمان کی قید اتفاقی ہے۔

۴- پانی کو آلودہ کرنا درست نہیں ہے، لہذا ٹھہرے اور بہتے ہوئے پانی دونوں میں پیشاب اور پاخانہ وغیرہ کرنا منع ہے، اس لیے کہ پیشاب اور پاخانہ پانی کی آلودگی کے خطرناک ترین اسباب میں سے ہیں، کیونکہ ان کے سبب کالرا، ٹائفائڈ اور سوزش جگر ومعدہ جیسے بہت سے امراض پیدا ہوتے ہیں، اور پیشاب ہی پر دوسری نجاستوں اور فضلات کو بھی قیاس کیا جاسکتا ہے، چنانچہ سرکار دوعالم – صلی اللہ علیہ وسلم – نے ارشاد فرمایا :"اتقوا الملاعن الثلاث :

البراز في الموارد، وقارعة الطريق والظل" (سنن ابی داؤد حدیث نمبر ۲۶، ابن ماجہ حدیث نمبر ۳۲۸)، (تین لعنت کا سبب بننے والی جگہوں سے بچو: ((۱) پانی کے گھاٹ پر پاخانہ کرنے سے (۲) راستہ میں پاخانہ کرنے سے (۳) سایہ دار جگہوں میں پاخانہ کرنے) اور نبی کریم –صلی اللہ علیہ وسلم– نے فرمایا: "**لايبولن أحدكم في الماء الدائم الذي لايجري ثم يغتسل فيه**" (بخاری شریف حدیث نمبر ۲۳۹، مسلم شریف حدیث نمبر ۲۸۲)، (تم میں سے کوئی اس پانی میں پیشاب نہ کرے جو ٹھہرا ہو، پھر اس میں غسل کرے) چونکہ ٹھہرے ہوئے پانی میں آلودگی زیادہ ہونے کا امکان ہے، لہٰذا خاص طور سے اس کا ذکر فرمایا، ورنہ جاری پانی کو آلودہ کرنا بھی صحیح نہیں ہے، اور یہ آلودگی اس وقت اور بڑھ سکتی ہے جب لوگ بہتے ہوئے پانی میں پیشاب وغیرہ کرنے کو اپنی عادت بنالیں، اسی لیے سرکار دوعالم –صلی اللہ علیہ وسلم– نے یہ فرمایا کہ ایک عقلمند انسان ایسا کیوں کرسکتا ہے کہ اس پانی میں پیشاب کرے، جس پانی کا وضو اور غسل وغیرہ میں وہ محتاج ہے۔ نیز نیند سے بیدار ہوکر ہاتھ کو پانی میں ڈبونا بھی منع ہے کیونکہ میلے ہاتھ پانی کو آلودہ کرسکتے ہیں، چنانچہ حضرت ابوہریرہ –رضی اللہ عنہ– سے روایت ہے کہ رسول کریم –صلی اللہ علیہ وسلم– نے ارشاد فرمایا: "**إذا استيقظ أحدكم من منامه فلا يغمس يده حتى يغسلها، فإنه لا يدري أين باتت يده**" (بخاری شریف حدیث نمبر ۱۶۲، مسلم شریف حدیث نمبر ۲۷۸)، (جب تم میں سے کوئی اپنی نیند سے بیدار ہوتو وہ اپنا ہاتھ برتن میں نہ ڈبوئے، یہاں تک کہ اسے دھولے، کیونکہ اسے معلوم نہیں کہ اس کا ہاتھ جسم کے کس حصہ پر پڑنے کی وجہ سے آلودہ ہوجاتا ہے)، یا پیچھے کے مقام کی پھٹن پر پڑنے کی وجہ سے جراثیم کے انڈے انگلیوں سے چپک کر بیماری کا سبب بنتے ہیں (ڈاکٹر محمد زکی سویدان، الصلاۃ صحۃ ووقایۃ وعلاج ص: ۸۳)۔ ساتھ ہی پانی کو آلودگی سے بچانے، اور انسان کی سلامتی اور صحت کے تحفظ کی خاطر، اسلامی شریعت نے پانی یا دیگر مشروب کے برتن کو ڈھانکنے کا حکم دیا ہے، چنانچہ حضرت جابر بن عبداللہ –رضی اللہ عنہما–

سے روایت ہے کہ رسول کریم –صلی اللہ علیہ وسلم– نے فرمایا :"غطوا وباء لايمر بإناء، ليس عليه غطاء أو سقاء ليس عليه وكاء، إلا نزل فيه من ذلك الوباء" (صحیح مسلم حدیث نمبر ۲۰۱۴، مسند ابی یعلی حدیث نمبر ۳۰۶۱)۔

(برتن کو ڈھانک دو اور مشکیزہ کو بندھن سے باندھ دو، کیونکہ سال میں ایک ایسی رات ہے جس میں وبا نازل ہوتی ہے جو کسی برتن سے نہیں گزرتی، جس پر ڈھکن نہ ہو، یا کسی مشک سے نہیں گزرتی جس پر بندھن نہ ہو، مگر اس میں اس وبا سے کچھ اترتا ہے)۔

۵–سمندر کا پانی کسی کی ملکیت نہیں ہے، لہٰذا تمام لوگوں کو اس سے ہر طرح استفادہ کا حق ہے، "فتاوی عالمگیری" میں ہے :"المياه أنواع :الأول ماء البحر، وهو عام لجميع الخلق الانتفاع به بالشفة وسقي الأرض وشق الأنهار، حتى أن من أراد أن يكري نهرا إلى أرضه، لم يمنع من ذلك والانتفاع بماء البحر كالانتفاع بالشمس والقمر والهواء، فلا يمنع من الانتفاع به على أي وجه شاء" (ہندیہ ۵/۲۹۰، کتاب الشرب، الباب الأول، ط: ۲، دار الفکر، ۱۳۱۰ھ)۔ (پانی کی کئی قسمیں ہیں (۱) پہلی قسم سمندر کا پانی ہے، تمام لوگ اپنی انسانی اور حیوانی ضرورت کے لیے اس کا پانی لے سکتے ہیں اور زمین کو سیراب کر سکتے ہیں اور اس سے نہریں بھی نکال سکتے ہیں، یہاں تک کہ جو شخص اپنی زمین کی طرف پانی پہنچانے کے لیے اس سے نہر نکالے تو اسے اس عمل سے روکا نہیں جائے گا، اور سمندر کے پانی سے فائدہ اٹھانا ایسا ہی ہے جیسے سورج، چاند اور ہوا سے فائدہ اٹھانا، سو جس طرح سے اس سے فائدہ اٹھائے اس سے روکا نہیں جائے گا)۔

(۲) بڑی ندیوں اور دریاؤں کا پانی بھی کسی کی ملکیت نہیں ہے، کنز الدقائق میں ہے :"الأنهار العظام كدجلة والفرات غير مملوكة، ولكل أن يستقي أرضه ويتوضأ به ويشرب، وينصب الرحى عليه، ويكري نهراً منها إلى أرضه، إن لم يضر بالعامة"

(نسفی، عبداللہ بن احمد بن محمود (وفات: ۷۱۰ھ) ''کنز الدقائق مع البحر الرائق ۸/ ۲۹۲، کتاب احیاء الموات مسائل الشرب، ط: دار الکتاب الإسلامی)، (بڑی ندیاں جیسے دجلہ اور فرات کسی کی ملکیت نہیں، اور ہر شخص کو حق ہے کہ اپنی زمین کو سیراب کرے، اور اس سے خود پیئے، اور اس پر پن چکی لگائے، اور اگر عام لوگوں کو ضرر نہ ہو تو اپنی زمین کی طرف پانی پہنچانے کے لیے اس سے نہر نکالنے کا بھی حق ہے)۔ یہی حکم عوامی کنوؤں، چشموں، جھیلوں اور سرکاری تالاب کا ہے کہ ہر شخص کو مذکورہ ذخائر سے اپنی اور اپنے جانوروں کی ضرورت کے لیے پانی لینے کا حق ہے، اسی طرح کھیتوں اور باغات کو بھی سیراب کرنے کا حق ہے، البتہ اگر کھیتوں اور باغات کو سیراب کرنے کی وجہ سے عام لوگوں کو دشواری پیش آتی ہو تو پھر اس کی اجازت نہیں ہے۔

۳- پانی کی تیسری قسم یہ ہے کہ کوئی نہر کسی مخصوص جماعت کی مملوکہ ہو، اس میں پینے پلانے کا حق ہے۔ ہدایہ میں ہے: ''**والثالث إذا دخل الماء في المقاسم فحق الشفة ثابت . . . ولأن البئر ونحوها ما وضع للإحراز ولا يملك إبقاء الشفة ضرورة، لأن الإنسان لايمكنه استصحاب فلو منع عنه أفضى إلى حرج عظيم وإن أراد رجل أن يسقي بذلك أرضا أحياها كان لأهل النهر أن يمنعوه عنه، أضربهم أو لم يضر، لأنه حق خاص لهم ولا ضرورة**'' (مرغینانی، علی بن ابی بکر بن عبدالجلیل (پ: ۵۳۰ھ- و: ۵۹۳ھ) ''الهداية فی شرح بداية المبتدی ۹/ ۳۸۷، کتاب إحیاء الموات، فصل فی المیاہ، تحقیق: طلال یوسف، بیروت، دار إحیاء التراث العربی)، (جب پانی کسی جماعت کی مملوکہ نہروں میں داخل ہو جائے تو عام لوگ اس پانی سے خود پی سکتے ہیں اور کھانا پکانے، وضو و غسل کرنے، کپڑے دھونے اور جانوروں کو پلانے کے لیے پانی لے سکتے ہیں، اس لیے کہ کنواں وغیرہ پانی کو محفوظ جگہ میں رکھ دینے کے لیے مقرر نہیں ہے اور مباح پر محفوظ کئے بغیر ملکیت ثابت نہیں ہوتی ہے جیسے ہرن اپنی جائے پناہ میں داخل ہو جائے، پھر بھی مباح ہے اور اس لیے کہ پینے پلانے کے حق کو باقی رکھنے کی ضرورت بھی

ہے، اس وجہ سے کہ ایک انسان ہر جگہ پانی نہیں لے جا سکتا ہے حالانکہ اسے اپنے اور اپنے جانور کے لیے اس کی ضرورت ہے، تو اگر اسے پانی لینے سے روک دیا جائے تو یہ سخت تنگی کا باعث ہوگا، البتہ اگر کوئی شخص اپنی آباد کردہ زمین کو سینچنا چاہے تو نہر کے مالکین اسے روک سکتے ہیں خواہ ان کا ضرر ہو یا نہ ہو، اس لیے کہ یہ ان کا مخصوص حق ہے، اور دوسروں کے حق میں کوئی ضرورت نہیں جو پانی کی اباحت کا تقاضہ کرے)۔

۴- پانی کو برتن وغیرہ میں ہینڈ پائپ سے لیکر محفوظ کرلیا گیا ہو، تو وہ ملکیت میں آجاتا ہے اور اس سے دوسرے کا حق ختم ہوجاتا ہے، اس صورت میں اس کی خرید وفروخت ہوسکتی ہے، "تحفۃ الفقہاء" نی میں ہے: **"ماء مملوک، وهو ما أحرز في الأواني، وحكمه حكم سائر الأملاک ليس لأحد فيه حق، ولايحل لأحد أن يأخذه ولا أن يشربه إلا عند الضرورة القاتلة بأن أصابه العطش على وجه يهلک، فيباح له الأخذ والشرب"**

(محمد بن احمد، ابوبکر علاء الدین، سمرقندی (و: ۴۵۰ھ) "تحفۃ الفقہاء" نی ۳/۳۱۷، کتاب الشرب، ط: ۲، بیروت، دارالکتب العلمیۃ، ۱۴۱۴ھ- ۱۹۹۴ء)۔ (مملوکہ پانی وہ ہے جسے برتنوں میں محفوظ کرلیا گیا ہو، اور اس کا حکم تمام مملوکہ اشیاء کے حکم کی طرح ہے، کسی کا اس میں کوئی حق نہیں، اور کسی کے لیے اسے لینا اور پینا حلال نہیں، مگر یہ کہ سخت ضرورت ہو، اسی طرح کہ اسے سخت پیاس لگی ہو کہ اگر پانی نہ پیے تو ہلاک ہوجائے، تو ایسی صورت میں اس کے لیے پانی لینا اور پینا حلال ہوگا)۔

آبی وسائل کے سلسلے میں اکیڈمی کا فیصلہ :

(۱) جن امور میں پانی استعمال کرنے کی اجازت ہے ان میں بلا ضرورت یا ضرورت سے زیادہ استعمال کرنا اسراف ہے:

تشریح:

پانی اللہ تعالیٰ کی ایک اہم ترین نعمت ہے اور انسان کی بنیادی ضرورتوں میں سے ہے، لہٰذا تمام نعمتوں کی طرح اس نعمت کا استعمال بھی حد اعتدال کے اندر ہونا چاہئے، کیونکہ بلا ضرورت یا ضرورت سے زیادہ استعمال اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناقدری اور ناشکری ہے، تصور کیجئے کہ پانی کی یہ نعمت اگر چھن جائے تو سطح زمین پر جاندار کی زندگی محال ہوجائے ، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے کھانے پینے کی اجازت کو اسراف نہ کرنے کے ساتھ مشروط کیا ہے اور فضول خرچ کرنے والوں کو شیطان کا بھائی قرار دیا ہے جیسا کہ ارشاد ہے : **"إن المبذرين كانوا إخوان الشياطين"** (۱۷/ال إسراء: ۲۷)، (یقیناً فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں)، چنانچہ اسراف کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ جن چیزوں میں پانی صرف کرنے کی اجازت ہے اس میں ضرورت یا مقررہ حد سے زیادہ صرف کرے، مثلاً اعضاء وضو کو تین بار سے زیادہ دھوئے یا پانی بلاوجہ بہائے، جیسے بلا ضرورت ٹونٹی کھولے رکھے، یا استنجا خانہ اور وضو خانہ میں بے جا اسراف کرے، چنانچہ حضرت عبد اللہ بن مغفل – رضی اللہ عنہ – نے سرکار دو عالم – صلی اللہ علیہ وسلم – کا ارشاد نقل کیا ہے : **"إنه سيكون في هذه الأمة قوم يعتدون في الطهور والدعاء"** (سنن أبی داؤد، حدیث نمبر ۹۶، المستدرک للحاکم حدیث نمبر ۵۷۹، اور یہ حدیث صحیح ہے)۔ (اس امت میں کچھ لوگ ہوں گے جو طہارت اور دعا میں حد سے تجاوز کریں گے)۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پانی کا بلا ضرورت یا ضرورت سے زیادہ استعمال درست نہیں ہے، جب پنج وقتہ نمازوں کے لیے کیے جانے والے وضو کا یہ حکم ہے، تو دوسرے موقع سے یہ اسراف کیونکر درست ہوسکتا ہے؟ اسی لیے فقہاء نے لکھا ہے کہ اسراف اگر مباح یا مملوکہ پانی میں ہو تو مکروہ ہے اور اگر وقف کردہ پانی میں ہو تو حرام ہے، "الدر المختار" نی میں ہے **"والإسراف ومنه الزيادة على الثلاث، (فيه) تحريما، لو بماء النهر والمملوك له،**

أما الموقوف علی من يتطهر به، ومنه ماء المدارس فحرام" (حصکفی، محمد بن علی حنفی (پ: ۱۰۲۵ یا ۱۰۲۱ھ – و: ۱۰۸۸ھ) "الدر المختار مع رد المحتار فی کتاب الطہارۃ سنن الوضوء ۱/ ۱۳۲، ط: ۲، بیروت، دار الفکر ۱۴۱۲ھ – ۱۹۹۲ء)، (اور اسراف، اور اسی سے تین کی تعداد پر وضو میں اضافہ کرنا ہے، مکروہ تحریمی ہے، اگر نہر اور اپنے مملوکہ پانی سے ہو، رہا اس پانی میں اسراف جو وضو کرنے والے پر وقف ہو، اور اسی سے مدارس کا پانی ہے تو وہ حرام ہے)۔

۲– موقوفہ پانی میں اسراف کرنا حرام ہوگا، اور اگر مملوکہ ومباح پانی ہے تو اس میں اسراف مکروہ ہوگا۔

تشریح:

جو چیز جس مقصد کے لیے وقف کی جائے، اس کا استعمال اسی مقصد کے لیے ہونا لازم ہے، چنانچہ قوف کرنے والا جس مصرف کی صراحت کرے اس کا التزام ضروری ہے اسی لیے فقہاء نے صراحت کی ہے کہ "**نص الواقف کنص الشارع**" (زیلعی عثمان بن علی، فخر الدین (و: ۷۴۳ھ) تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق نی نی مع حاشیۃ الشلبی، کتاب الوصایا، فصل، العقار المتنازع فیہ، ۶/ ۲۲۲، ط: ۱، بولاق، قاہرہ، ۱۳۱۳ھ)۔

(وقف کرنے والے کی صراحت صاحب شریعت کی نص کی طرح ہے) سو اگر کسی شخص نے وضو کے لیے پانی وقف کیا ہے تو مسنون طریقہ کے مطابق وضو کرنے کا حق ہر شخص کو ہوگا، لیکن چار مرتبہ یا پانچ مرتبہ اعضاء وضو کو دھونا یا بلا وجہ پانی بہانا حرام ہوگا، اس وجہ سے کہ یہ وقف کرنے والے کی صراحت اور منشا کے خلاف ہے۔ اسی طرح مملوکہ اور مباح پانی میں اسراف کرنا بھی درست نہیں ہے، کیونکہ اسراف اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے، ارشاد باری تعالی ہے "**إنه لايحب المسرفين**" (۶/ الأنعام: ۱۴۱)، (یقیناً اللہ اسراف کرنے والے کو پسند نہیں فرماتا) اور عبد اللہ بن عمرو بن العاص – رضی اللہ عنہ – سے مروی ہے کہ نبی کریم – صلی اللہ علیہ

وسلم– نے ایک صحابی کو وضو کا طریقہ بتایا اور ہر عضو کو تین بار دھونے کو کہا، پھر آخر میں آپ –صلی اللہ علیہ وسلم– نے فرمایا : **"فمن زاد علی هذا أو نقص فقد أساء وظلم"** (سنن أبی داؤد حدیث نمبر ۱۳۵، سنن النسائی حدیث نمبر ۱۴۰، سنن ابن ماجہ حدیث نمبر ۴۲۲، اور یہ صحیح حدیث ہے) **(جس نے مذکورہ تعداد پر اضافہ کیا، یا اس میں کمی کی اس نے برا کیا اور ظلم کیا)** یعنی جس نے تین مرتبہ سے زیادہ اپنے اعضاء دھوئے اس نے چونکہ بے فائدہ پانی استعمال کر کے اسے ضائع کیا، اس لیے اس نے اپنے اوپر ظلم کیا (سہارنپوری، خلیل احمد (و:۱۳۴۶ھ) "بذل المجہود" ۱/۳۳۵، بیروت، دار الکتب العلمیۃ)۔

البتہ مباح پانی میں عمومی ملکیت اور مملوکہ پانی میں خصوصی ملکیت کے شبہ کی بنا پر شرعی اعتبار سے اس کا درجہ حرام کی بجائے مکروہ کا ہوگا۔

۳– شریعت نے پانی کو صرف پاک رکھنے ہی کے احکام نہیں دیئے ہیں، بلکہ پانی کو آلودگی سے بچانے کے لیے بھی متعدد احکام دیئے ہیں، لہٰذا ان پر عمل بھی ضروری ہے۔

تشریح:

اللہ تعالیٰ نے پانی کو پاکی کی صفت کے ساتھ نازل کیا ہے، چنانچہ جس طرح اسے ناپاک کرنا درست نہیں ہے، اسی طرح اسے آلودہ کرنا بھی درست نہیں، کیونکہ نبی کریم –صلی اللہ علیہ وسلم– نے پانی کو آلودگی سے بچانے کے سلسلہ میں بھی متعدد ہدایتیں دی ہیں، ان ہدایات میں سے ایک یہ ہے کہ سرکار دوعالم –صلی اللہ علیہ وسلم– نے ٹھہرے ہوئے اور بہتے ہوئے پانی میں پیشاب وغیرہ کرنے سے منع کیا ہے، حالانکہ بہتے ہوئے پانی میں تھوڑی بہت نجاست سے اس کی طہارت متاثر نہیں ہوتی، لیکن وہ آلودہ ہو جاتا ہے لہٰذا آپ –صلی اللہ علیہ

وسلم– نے ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنے کی ممانعت کی طرح، بہتے پانی میں بھی پیشاب کرنے سے منع فرمایا ہے، جیسا کہ حضرت جابر– رضی اللہ عنہ– سے روایت ہے : ”**نهى رسول الله - صلى الله عليه وسلم - أن يبال فى الماء الجارى**“ (المعجم الأوسط للطبرانی سلیمان بن أحمد (و: ۳٦۰ھ) حدیث نمبر ۱۷۴۹، اور یہ حدیث صحیح ہے، دیکھئے: مجمع الزوائد لأبی الحسن، نور الدین علی بن أبی بکر الهیثمی (و: ۸۰۷ھ) ۱/ ۲۰۴ حدیث نمبر ۹۹۸، قاہرہ، مکتبۃ القدسی ۱۴۱۴ھ)۔

فى الماء الجارى مكروه كذا فى الخلاصة، ويكره البول فى الماء الراكد وهو المختار، كذا فى التتار خانية (الہندیۃ ۱/ ۲۵ کتاب الطہارۃ، الفصل الثانی فیما لایجوز بہ التوضو)، (بہتے ہوئے پانی میں پیشاب کرنا مکروہ ہے ”الخلاصۃ نی نامی کتاب میں ایسا ہی ہے اور ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنا بھی مکروہ ہے یہی مختار قول ہے ایسا ہی ”التتارخانیۃ نی نامی کتاب میں ہے)۔

اسی طرح نبی کریم –صلی اللہ علیہ وسلم– نے پانی کے برتن میں سانس لینے اور پھونک مارنے سے آلودگی کی وجہ سے منع فرمایا ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس – رضی اللہ عنہما– سے روایت ہے کہ نبی کریم –صلی اللہ علیہ وسلم– نے ”**نهى أن يتنفس فى الإناء، أو ينفخ فيه**“ (سنن أبی داؤد حدیث نمبر ۳۷۲۸، سنن ابن ماجہ حدیث نمبر ۳۴۲۹، سنن الترمذی ۱۸۸۸، مسند ابی یعلی حدیث نمبر ۲۴۰۲، اور اس کی سند صحیح ہے)، (برتن میں سانس لینے اور پھونک مارنے سے منع فرمایا) اور اس کی وجہ بھی پانی کو آلودگی سے بچانا ہے، جیسا کہ بذل المجہود میں ہے : ”**قال الخطابى : قد يحتمل أن يكون النهى عن ذلک من أجل ما يخاف أن يبرز من رقيه ورطوقة فمه، فيقع فى الماء، وقد يكون النكهة من بعض من يشرب متغيرة، فتعلق الرائحة بالماء برقته ولطفه**“ (بذل المجہود ۴/ ۳۴٦)، (خطابی نے تحریر کیا ہے کہ امکان ہے کہ پیتے وقت برتن میں سانس لینے سے ممانعت کی وجہ یہ اندیشہ ہو کہ تھوک اور منہ کی تری سے کچھ ظاہر ہو کر پانی میں

گر جائے، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کسی پینے والے کے منہ میں بد بو ہو جو پانی کے لطیف ہونے کی وجہ سے اس کے ساتھ چپک کر گھل مل جائے)، اور اس طرح پانی آلودہ ہو کر متغیر ہو جائے اور طبیعت سلیمہ کو اس کے استعمال سے تنفر ہو۔

ایسے ہی ان پاک اشیاء کو بھی پانی میں ڈالنا ممنوع ہے جو پانی کو آلودہ کر دیتی ہیں، جیسا کہ "الدر المختار" میں ہے: "وإلقاء النخامة، والامتخاط في الماء" (الدر المختار مع رد المحتار ۱/ ۱۳۳، کتاب الطہارۃ، سنن الوضوء)، (اور وضو کے ممنوعات میں سے بلغم اور رینٹ کو پانی میں ڈالنا ہے) اور وجہ ظاہر ہے کہ یہ چیزیں پانی کو آلودہ کرنے والی ہیں، لہٰذا ان سے منع کیا گیا ہے۔

(۴) پانی کی قلت کے پیش نظر اگر حکومتیں مفاد عامہ کی خاطر پانی کے بعض استعمالات پر پابندی لگاتی ہیں تو یہ درست ہے، اور اس پر عمل ضروری ہے بشرطیکہ یہ پابندی کسی شرعی یا طبعی ضرورت کو پورا کرنے میں رکاوٹ نہ ہو۔

تشریح:

حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ عام لوگوں کے مفاد کی حفاظت کرے، اور ایسے اقدامات کرے جن سے ان کی مصلحتیں وجود میں آئیں، اور ان سے فساد اور ضرر دور ہو چنانچہ معقل بن یسار سے مروی ہے کہ رسول کریم –صلی اللہ علیہ وسلم– نے ارشاد فرمایا: "**ما من أمير يلي أمر المسلمين، ثم لا يجهد لهم وينصح، إلا لم يدخل معهم الجنة**" (صحیح مسلم حدیث نمبر ۱۴۲)، (جو حاکم مسلمانوں کے معاملات کا ذمہ دار ہو، پھر ان کی مصلحتوں کو وجود میں لانے کی کوشش نہ کرے اور ان کی خیر خواہی نہ کرے، وہ ان کے ساتھ جنت میں داخل نہ ہوگا) جو حکومت عام لوگوں کو ضرر و فساد میں ڈالے اس کے سلسلہ میں آپ –صلی اللہ علیہ وسلم– نے

سخت وعیدیں سنائی ہیں، چنانچہ حضرت معقل سے ہی ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول کریم –صلی اللہ علیہ وسلم– نے فرمایا :”**ما من عبد يسترعيه الله رعية، يموت يوم يموت، وهو غاش لرعيته، إلا حرم الله عليه الجنة**“ (صحیح مسلم حدیث نمبر ۱۴۲)۔

(جس بندہ کو اللہ تعالیٰ رعیت کی نگرانی سپرد کرے، اور وہ اپنی رعیت کے ساتھ دعا کرتے ہوئے مرجائے ،تو اس پر اللہ تعالیٰ جنت کو حرام کردے گا) لہٰذا عام پبلک کے مصالح کو وجود میں لانا اور ان سے مفاسد کو دور کرنا حکومت کا فرض ہے، اس لیے اگر کسی علاقے میں پانی کی واقعی قلت ہو تو وہاں کی رعایا کو مستقبل میں پیش آنے والی مشکلات سے بچانے کے لیے حکومت کا پانی کے بعض استعمالات پر پابندی لگانا درست ہے، بشرطیکہ یہ پابندی کسی شرعی یا طبعی ضرورت کو پورا کرنے میں رکاوٹ نہ ہو، چنانچہ رسول کریم –صلی اللہ علیہ وسلم– نے خاص مصلحت کے پیش نظر مقام ”تبوک نی ی کے چشمہ کے پانی کے استعمال پر محدود وقت کے لیے پابندی لگائی تھی، جیسا کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :”**إنكم ستأتون غدا إن شاء الله - عين تبوك، وإنكم لن تأتوها حتى يضحى النهار، فمن جائها فلا يمس من مائها شيئا حتى آتى**“ (مؤطا مالک حدیث نمبر ۳۶۵، صحیح مسلم حدیث نمبر ۷۰۶، صحیح ابن حبان حدیث نمبر ۱۵۹۵) (ان شاء اللہ، کل تم تبوک کے چشمہ پر پہنچو گے، اور تم وہاں دن چڑھے پہنچو گے، سو جو وہاں پہنچے وہ اس کے پانی سے کچھ استعمال نہ کرے، یہاں تک کہ میں آ جاؤں) اور اس کی شرح میں علامہ باجی تحریر کرتے ہیں :”**هذا مبين أن للإمام أن يمنع من يشترك فيها المسلمون لما يراه من المصلحة**“ (باجی، و۴۷۴ھ) المنتقی شرح الموطأ ۱/ ۲۵۵، ط:۱، مصر، مطبعۃ السعادۃ، ۱۳۳۲ھ)، (اس سے پتہ چلتا ہے کہ امام کو حق ہے کہ امور عامہ جیسے پانی، گھاس وغیرہ دیگر منفعت جس میں سب مسلمان شریک ہوتے ہیں، مصلحت کی بنا پر ان چیزوں سے روک دے) اور جہاں تک پانی کا تعلق ہے تو اس

باب میں مزید گنجائش ہے، چنانچہ اگر غیر مملوکہ ندی یا نہر کے پانی بہہ جانے یا بڑی ندی سے پانی آنا بند ہوجانے یا کشتیاں نہ چل سکنے یا انسانی یا حیوانی ضرورت کے لیے پانی ختم ہونے کا خطرہ ہوتو اس سے نہر نکال کر اپنی زمین تک لانے سے ہر شخص کو منع کرنے کا یکساں طور پر حق حاصل ہے، جیسا کہ البدائع میں ہے: **وإن أضر بالنهر فكل واحد من المسلمين منعه لما بينا أنه حق لعامة المسلمين** (کاسانی، ابوبکر بن مسعود، علاء الدین (و: ۵۸۷ھ)، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع ۶/ ۱۹۲، ط: ۲، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۰۶ھ—۱۹۸۶ء)۔

(اور اگر اس عمل سے نہر کو نقصان پہنچے تو ہر ایک مسلمان کو روکنے کا حق ہے، اس دلیل سے جو ہم نے بیان کی کہ یہ عام مسلمانوں کا حق ہے) بہر حال اسلامی ملک ہو یا غیر اسلامی اگر حکومت مصلحت عامہ کی خاطر پانی کے بعض استعمالات پر پابندی لگاتی ہے تو اس پر عمل ضروری ہے، جیسا کہ رد المحتار میں ہے **طاعة الإمام فی غير معصية واجبة** (ابن عابدین شامی، محمد امین بن عمر (پ: ۱۱۹۸ھ — و: ۱۲۵۲ھ) رد المحتار کتاب القضاء ۵/ ۴۲۲، ط: ۲، بیروت، دار الفکر، ۱۴۱۲ھ — ۱۹۹۲ء)۔ (اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے علاوہ امور میں حاکم کی اطاعت واجب ہے)۔

اور الاشباہ میں ہے: **إذا كان فعل الإمام مبينا على المصلحة فيما يتعلق بالأمور العامة لم ينفذ أمره شرعا إلا إذا وافقه** (ابن نجیم مصری، زین الدین بن ابراہیم بن محمد (و: ۹۷۰ھ) الاشباہ والنظائر ص: ۱۰۶، ط: ۱، بیروت، دار الکتب العلمیۃ ۱۴۱۹ھ—۱۹۹۹ء)۔

(جب امام کا فعل عام لوگوں سے وابستہ امور میں مصلحت پر مبنی ہو تو اس کا حکم شریعت کے موافق ہونے کی صورت ہی میں نافذ ہوگا)۔

۵— مملوکہ زمین کے نیچے پانی مباح الاصل ہے، کسی کی ملک نہیں، بوقت ضرورت مصلحت عامہ کے پیش نظر حکومت بورنگ کرانے سے روک سکتی ہے۔

تشریح:

اللہ تعالیٰ نے پانی کو خراب ہونے سے بچانے کے لیے یہ طریقہ جاری کیا ہے کہ پانی کا ایک بڑا حصہ زیرزمین جا کر ٹھہر جاتا ہے اور ضرورت کے وقت انسان کے کام آتا ہے، اگر سارا پانی زمین کے اوپر ٹھہر جاتا تو ایک مدت گزرنے کے بعد خراب اور بدبودار ہو جاتا اور انسان کے استعمال کے قابل نہ رہتا، سو انسان کی مملوکہ زمین کے نیچے موجود پانی بھی اپنی اصل کے اعتبار سے مباح ہے، کسی کی ملک نہیں، چنانچہ فقہاء نے اس بات کی صراحت کی ہے، جیسا کہ المبسوط میں ہے **الماء تحت الأرض غیر مملوک لأحد** (سرخسی، محمد بن احمد، شمس الائمۃ (و: ۴۸۳ھ) المبسوط کتاب الشرب، ۲۳/۱۸۹، بیروت، دار المعرفۃ، ۱۴۱۴ھ – ۱۹۹۳ء)۔(زیرزمین پانی کسی کی ملک نہیں ہے)۔

اور یہی بات زیلعی – رحمہ اللہ علیہ نے لکھی ہے: "**الماء تحت الأرض غیر مملوک لأحد**" (زیلعی، تبیین الحقائق ۶/۳۷ کتاب إحیاء الموات)،(زمین کے نیچے موجود پانی کسی کی ملکیت نہیں) اور علامہ شامی رحمہ اللہ علیہ نے بھی یہی بات تحریر کی ہے: "**الماء تحت الأرض لایملک**" (ردالمحتار ۶/۴۳۴، کتاب إحیاء الموات)،(زیرزمین پانی کسی کی ملکیت میں نہیں آتا) نیز مجلۃ الأحکام العدلیۃ دفعہ: ۱۲۳۵ (ص: ۲۳۸) پر بھی یہی بات درج ہے کہ **المیاہ الجاریۃ تحت الأرض لیست بملک لأحد** (زیرزمین رواں پانی کسی کی ملکیت نہیں)۔ اور یہ بات گزری ہے کہ مصلحت عامہ کی حفاظت حکومت کی ذمہ داری ہے، اور خود فقہاء نے بھی اس کی صراحت کی ہے جیسا کہ درر الحکام شرح مجلۃ الأحکام میں ہے: "**إن تصرف الراعی فی أمور الرعیۃ یجب أن یکون مبنیا علی المصلحۃ، ومالم یکن کذلک لایکون صحیحا**" (درر الحکام ۱/۵۱–۵۲)،(عام لوگوں کے معاملات میں حاکم کا تصرف مصلحت پر مبنی ہونا لازم ہے، اور جو تصرف مصلحت پر مبنی نہ ہو وہ درست نہیں) لہٰذا مفاد عامہ کی خاطر حکومت مالکان زمین کو بورنگ کرانے سے روک سکتی ہے کیونکہ فقہی ضابطہ ہے:

يتحمل الضرر الخاص، لأجل دفع الضرر العام (الأشباه ص: ۷۴)، (عام ضرر کو دور کرنے کی خاطر خاص ضرر کو برداشت کیا جائے گا) اور الدر المختار میں ہے: "**الانتفاع بالمباح إنما يجوز إذا لم يضر بأحد**" (الدر المختار، کتاب إحیاء الموات، فصل الشرب ۶/ ۴۳۸)، (مباح سے فائدہ اٹھانا اس وقت جائز ہے جبکہ دوسرے کا ضرر نہ ہو) اور الدر المختار میں ہے: **ولا يمنع الشخص في تصرفه في ملكه إلا إذا كان بجاره ضررا بينا** (الدر المختار ۵/ ۴۴۷، کتاب القضاء، مسائل متفرقۃ)۔ (کسی شخص کو اپنی ملکیت میں تصرف کرنے سے نہیں روکا جائے گا، مگر یہ کہ اس تصرف میں اس کے ہمسایہ (پڑوسی) کا کھلا ہوا ضرر ہو)۔

۶ــ پانی کی حفاظت اور اس کا ذخیرہ کرنا اصلاً حکومت کی ذمہ داری ہے، تاہم افراد پر بھی اس کی ذمہ داری ڈالی جاسکتی ہے کہ زیر زمین پانی کی مناسب سطح باقی رکھنے کے لیے مناسب تدبیر اختیار کریں اور تعاون کریں۔

تشریح:

عوام کی عام ضروریات ومنافع اور مصالح کا ضروریات کی طرح آب رسانی کا انتظام بھی حکومت کے فراض میں سے ہے، چنانچہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: "**وعلى الإمام كريى هذا النهر الأعظم الذى لعامة المسلمين، إن احتاج إلى كري، وعليه أن يصلح مسناته، إن خيف منه**" (أبو یوسف، یعقوب بن ابراہیم، انصاری (پ: ۱۱۳ھ — ۱۸۲ھ: ۹) "الخراج نی نی ص ۱۱۰، فصل فی القنی وال آبارنی نی تحقیق: طہ عبد الرؤف سعد، سعد حسن محمد، مصر، المکتبۃ الأزہریۃ للتراث)۔

(اور اس بڑی نہر کی کھدائی جو عام مسلمانوں کے لیے ہے حاکم کے ذمہ ہے، اگر اسے کھدائی کی ضرورت ہو، اور اس کے بند کو درست کرنا بھی اسی کے ذمہ ہے اگر اس کے ٹوٹنے کا اندیشہ ہو)۔ اور علامہ کاسانی تحریر کرتے ہیں: "**ولو احتاجت هذه الأنهار إلى**

الکری، فعلی السلطان کراها من بیت المال، لأن منفعتها لعامة المسلمین، فکانت مؤنتها من بیت المال لقوله علیه الصلاة والسلام :"الخراج بالضمان" (سنن ابن ماجہ حدیث نمبر ۲۲۴۳، مسند ابی داؤد الطیالسی حدیث نمبر ۱۵۶۷، مصنف عبدالرزاق حدیث نمبر ۱۴۷۷۷، اور یہ حسن درجہ کی حدیث ہے)۔ **وکذا لو خیف منها الغرق، فعلی السلطان إصلاح مسناتها من بیت المال لما قلنا** (بدائع الصنائع ۶ ر ۱۹۲، کتاب الشرب)۔(اور اگر ان غیر مملوکہ نہروں میں کھدائی کی ضرورت ہو تو سرکاری خزانہ سے ان کی کھدائی حاکم کے ذمہ ہوگی، اس لیے کہ اس کا نفع عام مسلمانوں کے لیے ہے، لہٰذا ان کا خرچہ سرکاری خزانہ سے ادا کیا جائے گا، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے : "نفع ذمہ داری کے ساتھ مربوط ہے نی نی، اور ایسے ہی اگر ان نہروں کی وجہ سے ڈوبنے کا اندیشہ ہو، تو سرکاری خزانہ سے ان کے بند درست کرانا، حاکم کے ذمہ ہے، اس دلیل کی وجہ سے جو ہم نے بیان کی) اور "**تبیین الحقائق**" میں ہے :"**وکری نهر غیر مملوک من بیت المال، لأن ذلک لمصلحة العامة، ومال بیت المال معد لها، فکان مؤنة الکری منه**" (زیلعی، تبیین الحقائق ۶ ر ۹۰، کتاب إحیاء الموات مسائل الشرب)۔

(اور غیر مملوکہ نہر کی کھدائی سرکاری خزانہ سے ہوگی، اس لیے کہ وہ عام لوگوں کی مصلحت کے لیے ہے، اور سرکاری خزانہ عام لوگوں کی مصلحت کو وجود میں لانے کے لیے ہے، لہٰذا نہر کی کھدائی کا خرچ سرکاری خزانہ سے ادا کیا جائے گا)۔ البتہ بعض اوقات حکومتوں کو بھی عام لوگوں سے مدد لینے کی ضرورت پڑتی ہے، لہٰذا اگر کوئی حکومت مصالح عامہ کے پیش نظر عوام سے زیر زمین پانی کی سطح مناسب حد تک باقی رکھنے کے لیے کہے اور اس سلسلہ میں مناسب تدبیر اختیار کرنے کی اپیل کرے، تو عام لوگوں کو چاہیے کہ مفاد عامہ کی خاطر حکومت کا ساتھ دیں، کیونکہ کوئی حکومت بڑے پیمانہ پر عوام کے تعاون کے بغیر کامیاب نہیں ہوسکتی ہے، اور اللہ تعالیٰ نے نیکی اور تقوی کے کام میں مدد کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ تعاون افراد، جماعتوں

اور حکومتوں سب کے ساتھ ہونا چاہئے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "تعاونوا علی البر والتقوی" (۵/المائدۃ:۲)۔(نیکی اور تقوی کے کام میں ایک دوسرے کی مدد کرو)۔

۷- بوقت ضرورت مفاد عامہ کے پیش نظر ڈیم تعمیر کرنے کے لیے آبادی منتقل کی جاسکتی ہے، بشرطیکہ فوری ایسا عادلانہ معاوضہ ادا کیا جائے، جو لوگوں کے لیے تلافی مافات اور باز آبادکاری کے لیے کافی ہو سکے۔

تشریح:

ضابطہ کے مطابق عام لوگوں کی مصلحت خاص لوگوں کی مصلحت پر مقدم ہے، لہٰذا اگر کسی جگہ مفاد عامہ کے پیش نظر ڈیم وغیرہ تعمیر کرنے کی سخت ضرورت ہو، تو حکومت وہاں کی آبادی کو جبراً منتقل کر سکتی ہے کیونکہ اجتماعی مصلحت اور قومی مفاد کو چند اشخاص کے ضرر پر ترجیح حاصل ہے، البتہ شرط یہ ہے کہ حکومت فوری ایسا عادلانہ معاوضہ فراہم کرے جو لوگوں کی باز آباد کاری کے لیے مکمل طور پر کافی ہو، فقہاء نے بھی اس کی صراحت کی ہے: "الدر المختار" میں ہے: "تؤخذ أرض و دار و حانوت بجنب مسجد ضاق على الناس بالقيمة كرها، لما روى عن الصحابة - رضي الله عنهم - لما ضاق المسجد الحرام، أخذوا أرضين بكره من أصحابها بالقيمة، وزادوا في المسجد الحرام" ("الدر المختار مع رد المحتار" فی کتاب الوقف، مطلب فی الوقف)۔

(مسجد کی بغل کی زمین، گھر اور دکان بہ قیمت جبراً لے لی جائے گی، جب مسجد لوگوں پر تنگ ہوگئی ہو، اس لیے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ جب مسجد حرام تنگ ہوگئی، تو انہوں نے جبراً بہ قیمت مالکین سے زمین لے لی، اور مسجد حرام میں اضافہ کیا) اور علامہ زیلعی رحمۃ اللہ علیہ تحریر کرتے ہیں: "الإمام ولاية عامة، وله أن يتصرف في مصالحهم" (تبیین الحقائق کتاب الصلح فصل: الصلح جائز عن دعوی المال ۵/۳۷)۔

(امام کو عمومی ولایت حاصل ہے، اوراس کے لیے جائز ہے کہ لوگوں کے مصالح کے سلسلہ میں تصرف کرے) اور فقہی ضابطہ ہے :"يتحمل الضرر الخاص لدفع الضرر العام" (زرقا، احمد بن محمد پ: ۱۲۸۵ھ – و: ۱۳۵۷ھ) "شرح القواعد الفقهية فی ص: ۱۹۷، ط: ۲، دمشق، دار القلم، ۱۴۰۹ھ – ۱۹۸۹ء)۔ (عمومی ضرر کو دور کرنے کے لیے خاص ضرر کو برداشت کیا جائے گا)۔

۸– یہ ضروری ہے کہ سیلاب کے موقع سے بالائی اور نشیبی دونوں آبادیوں کے تحفظ کا خیال رکھا جائے، اور حتی الامکان وہ صورت اختیار کی جائے، جس میں کم سے کم نقصان ہو۔

تشریح:

سیلاب کو کنٹرول کرنا، اور ایسا بندوبست کرنا کہ لوگ سیلاب کی تباہ کاریوں سے محفوظ رہیں، حکومت کے فرائض میں سے ہے، البتہ سیلاب کے موقع سے ناگہانی صورت اختیار کرنی چاہیے، جس میں کم سے کم نقصان ہو، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :"لاضرر ولا ضرار" (سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر ۲۳۴۱، موطأ مالک حدیث نمبر ۳۱، مسند احمد حدیث نمبر ۲۸۶۵)۔ (نہ خود کو نقصان پہنچانا درست ہے اور نہ ہی دوسروں کو)۔

اور فقہی قاعدہ ہے :"إذا تعارض مفسدتان روعي أعظمهما ضررا بارتكاب أخفهما" (ابن نجیم، الأشباہ والنظائر ص: ۷۶)۔ (جب دو مفسدہ میں ٹکراؤ ہو جائے، تو ان دونوں میں سے بڑے مفسدہ کی رعایت ان دونوں میں سے ہلکے مفسدہ کے ارتکاب کے ذریعہ کی جائے گی)، لہٰذا یہ درست نہیں کہ ایک آبادی کو بچانے کے لیے دوسری آبادی ہلاک کر دی جائے، بلکہ دونوں کے تحفظ کا خیال کرتے ہوئے کم نقصان والی صورت اختیار کرنا لازم ہے، چنانچہ فقہی ضابطہ ہے :"الضرر لايزال بمثله ولا بأكثر منه بالأولى، إذ يشترط بأن يزال الضرر بلا إضرار بالغير، إن أمكن، وإلا فبأخف منه" (درر الحکام شرح مجلۃ الأحکام دفعہ: ۲۵)۔

(ضرر کو اسی جیسے ضرر سے دور نہ کیا جائے گا، اور نہ ہی بدرجۂ اولی اس سے زیادہ ضرر سے دور کیا جائے گا، کیونکہ شرط یہ ہے کہ ضرر دوسرے کو نقصان پہنچائے بغیر دور کیا جائے اگر ممکن ہو، ورنہ اس سے ہلکے ضرر کو اختیار کر کے بڑے ضرر کو دور کیا جائے)۔

اور علامہ کاسانی تحریر کرتے ہیں: **"دفع الهلاک عن نفسه بإهلاک غیره، لا بقصد إهلاکه، وهذا لا یجوز"** (بدائع الصنائع کتاب الشرب ۶/ ۱۸۸)۔ (کسی ایسے دوسرے شخص کو جو اسے ہلاک کرنے کا قصد نہ کر رہا ہو، ہلاک کر کے خود سے ہلاکت کو دور کرنا جائز نہیں ہے)۔

۹- اپنی جائز ضرورتوں کو پورا کرنا، بغیر دوسروں کو ضرر پہنچائے درست ہے۔

تشریح:

ندی، دریا، چشمے، عوامی کنواں، سرکاری تالاب اور جھیل وغیرہ سے اپنی تمام جائز ضرورتوں کے لیے استفادہ کرنا جائز ہے، لہٰذا ان آبی ذخائر سے پینے، پکانے، وضو وغسل کرنے، کپڑے دھونے، جانوروں کو پلانے اور اپنے کھیتوں کو سیراب کرنے کے لیے پانی لیا جا سکتا ہے، البتہ شرط یہ ہے کہ استفادہ اسراف کے بغیر ہو، اتنا پانی ذخیرہ نہ کر لیا جائے کہ دوسروں کو ضرر لاحق ہو یا ان آبی ذخائر کو ضرر لاحق ہو، فقہاء نے بھی اس بات کی صراحت کی ہے، چنانچہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ تحریر کرتے ہیں: **"وإن أراد رجل أن یکری نهرا في أرضه من هذا النهر الأعظم، فإن کان في ذلک ضرر في النهر الأعظم، لم یکن له ذلک، ولم یترک بکریه، وإن لم یکن فیه ضرر، ترک بکریه"** (الخراج ص: ۱۱۰، فصل فی القنی وال آبار)۔ (اور اگر کوئی شخص اس بڑی ندی سے اپنی زمین میں نہر کھودنا چاہے، تو اگر بڑی نہر کا اس میں ضرر ہو تو وہ ایسا نہیں کر سکتا ہے اور اسے نہر کھودنے نہیں دیا جائے گا، اور اگر اس

میں کوئی نقصان نہ ہوتو اسے کھودنے دیا جائے گا)۔ اور ہندیہ میں ہے :"**والثانی ماء الأودیة العظام کجیحون وسیحون ودجلة والفرات والنیل، للناس فیها حق الشفة علی الإطلاق، وحق سقی الأرض بأن أحیا واحد أرضاً میتة، وکری منها نهراً لیسقیها، إن کان لایضر بالعامة، ولایکون النهر فی ملک أحد، ولهم نصب الأرحیة والدوالی، إن کان لایضر بالعامة، وإن کان یضر بالعامة فلیس له ذلک**" (الهندیة ۳۹۰/۵، کتاب الشرب، الباب الأول)۔

(اور پانی کی دوسری قسم بڑی وادیوں کا پانی ہے جیسے دریائے جیجون، سیحون، دجلہ، فرات اور نیل، لوگوں کے لیے مطلقاً بغیر کسی قید کے اس میں پانی پینے کا حق ہے اور زمین کو سینچنے کا حق ہے، اس طرح کہ کسی نے ویران زمین آباد کی اور اس پانی سے نہر کھودی تا کہ اس زمین کو سینچے، بشرطیکہ اس میں عام لوگوں کے لیے پن چکی اور رہٹ لگانا بھی درست ہے۔ اگر اس میں عام لوگوں کا ضرر نہ ہو اور اگر اس میں عام لوگوں کا ضرر ہو تو اسے ایسا کرنے کا حق نہیں ہے)۔

اور اگر عوامی کنویں، غیر مملوکہ چشمے اور سرکاری تالاب سے سینچائی کرنے کی صورت میں پینے کا پانی ختم ہوجائے، تو پھر سینچنے کا حق نہیں ہے، علامہ شامی رحمہ اللہ علیہ تحریر کرتے ہیں:
"**قوله إن لم یضر بالعامة" فإن أضر بأن یفیض الماء، ویفسده حقوق الناس، أو ینقطع الماء عن النهر الأعظم، أو یمنع جریان السفن، فلکل واحد مسلما کان أو ذمیا أو مکاتبا منعه**" (ردالمحتار، کتاب إحیاء الموات، فصل الشرب ۴۳۸/۶)۔

(مصنف کا قول ہے کہ اگر عام لوگوں کو ضرر نہ ہو اور اگر ضرر ہو اس طور پر کہ پانی بہہ جائے اور لوگوں کے حقوق تلف ہوجائیں یا بڑے دریا سے پانی رک جائے، یا کشتیاں چل نہ سکیں تو ہر ایک کو اسے روکنے کا حق ہوگا، خواہ مسلمان ہو یا ذمی ہو یا مکاتب ہو)۔

۱۰– نہروں سے استفادہ بقدر ضرورت جائز ہے، بشرطیکہ اس سے نہروں اور دوسرے لوگوں کو نقصان نہ ہو۔

تشریح:

تمام انسانی وحیوانی ضرورت، جیسے، پینے، پکانے وضو وغسل کرنے، کپڑے دھونے، جانوروں کو پلانے اور کھیتوں اور باغات کو سیراب کرنے کے لیے عام نہروں سے استفادہ جائز ہے، البتہ اگر اس طرح استفادہ کیا جائے کہ نہروں کا نقصان ہو یا دوسرے لوگ دشواری میں مبتلا ہو جائیں، تو پھر اس طرح کا استفادہ درست نہیں ہے، چنانچہ ہندیہ میں ہے: "**نهر فی مدينة أجرا الإمام للشفة فأراد بعض الناس أن يتخذ عليه بساتين، إن لم يضر بأهل الشفة، وسعه ذلک، وإن أضر، لايسعه ذلک**" (عالمگیری، کتاب الشرب، الباب الأول فی تفسیر الشرب ۵۰۰۰۰/۳۹۱)۔ (کسی شہر میں سربراہ حکومت نے انسانی وحیوانی ضرورت کے لیے نہر جاری کی ہو، اور کچھ لوگ اس پر باغ بنانا چاہتے ہوں، اگر انسانی وحیوانی ضرورت کے حقدار لوگوں کو اس سے نقصان نہ ہو تو ان کے لیے باغ بنانے کی گنجائش ہے، اور اگر نقصان ہو تو پھر اس کی گنجائش نہیں)۔

نیز "دررالحکام" میں ہے: "**إذا أجری ماء من طرف السلطان لقرية لأجل الشفة، وأراد بعض أهل القرية إسقاء بساتينهم من ذلک الماء، ينظر، فإن كان ذلک مضرا بأهل القرية، فهو غير جائز، وإذا كان غير مضر فجائز**" ("دررالحکام شرح مجلۃ الأحکام" ۲۷۹/۱۰)۔

(اگر بادشاہ کی طرف سے انسانی وحیوانی ضرورت کی خاطر پانی جاری کیا گیا، اور گاؤں والوں میں سے کچھ باشندے اس پانی سے اپنے باغات سیراب کرنا چاہیں، تو دیکھا جائے گا کہ اگر

یہ سینچائی باشندگان گاؤں کے لیے نقصان دہ ہے، تو یہ جائز نہیں، اور اگر نقصان دہ نہ ہو، تو جائز ہے)۔

خلاصہ یہ کہ کھیتوں کے سامنے سے گزرنے والی نہروں سے دوسرے کی حق تلفی کے بغیر استفادہ درست ہے، اور بالائی حصہ سے شروعات ہوگی اور ہر مالک کھیت کو ٹخنے کی حد تک پانی لینے کا حق ہوگا اور بقدر ضرورت استفادہ بہتر ہے۔

۱۱- وہ تمام صورتیں جن میں پانی کو کسی چھوٹے بڑے برتن یا چیز میں بالقصد محفوظ کرلیا جائے، ملکیت ثابت ہوجاتی ہے، البتہ پانی کو مملوک بنانے کے لیے ایسی شکل اختیار نہ کی جائے، جس سے عوام الناس کو ضرر لاحق ہو۔

تشریح:

اگر برتنوں اور ٹنکیوں میں پانی بھرلیا جائے، یا بارش کا پانی حاصل کرنے کے لیے حوض بنا کر اس میں بارش کا پانی بھرلیا جائے، یا بارش کا پانی حاصل کرنے کے قصد سے برتن رکھ کر اسے بھرلیا جائے، یا حوض یا گڑھا کھود کر یا پانی کے ٹینکر میں برتن یا پائپ وغیرہ کے ذریعہ پانی بھر دیا جائے، تو ان صورتوں میں پانی پر ملکیت حاصل ہوجاتی ہے، کیونکہ دیگر اسباب ملک مثلاً عقد یا وراثت وغیرہ کی طرح ''احراز مباح'' سے بھی ملکیت حاصل ہوتی ہے، اور ''احراز'' کا مفہوم یہ ہے کہ کسی چیز کی طرف سبقت کرکے اس کو لیکر محفوظ جگہ میں رکھ دینا، چنانچہ ''درر الحکام'' میں ہے: **''الإحراز یطلق علی جعل الشئ في موضع حصین''** (درر الحکام ۱۰/ ۲۷۵) (''احراز'' کا اطلاق کسی چیز کو محفوظ جگہ میں رکھ دینے پر ہوتا ہے)۔

البتہ ''احراز'' قصد وارادہ کے ساتھ ہونا لازم ہے، علامہ شامی تحریر کرتے ہیں:

''إن الأصل قصد الإحراز وعدمه، ومما صرحوا به لو وضع رجل طستا علی سطح،

فاجتمع فيه ماء المطر، فرفعه آخر، إن وضعه الأول لذلك فهو له، وإلا فللرافع" (رد المحتار، کتاب إحياء الموات،فصل الشرب ٦/ ٤٣٩)۔

(بے شک اصل احراز کا قصد ہونا اور نہ ہونا ہے، اور فقہاء کی تصریحات میں سے ایک یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے چھت پر طشت رکھا، اور اس میں بارش کا پانی جمع ہو گیا اور دوسرے نے اسے اٹھالیا، سو اگر پہلے نے بارش کا پانی جمع کرنے کی خاطر رکھا تھا تو پانی اس کا ہوگا، ورنہ اٹھانے والے کا ہوگا)۔

الغرض اگر کسی نے اپنے برتن یا کسی چھوٹی بڑی چیز میں پانی کو بالقصد محفوظ کرلیا تو وہ پانی اس کی ملکیت میں آ جائے گا اور دوسرے کا حق اس سے منقطع ہو جائے گا، علامہ سرخسی تحریر فرماتے ہیں: "فأما إذا أحرز الماء في حب أو جرة أو قربة فهو مملوك له" (المبسوط، کتاب الشرب ٢٣/ ١٦٥)۔ (بہرحال اگر پانی مٹکے یا گھڑے یا مشکیزہ میں محفوظ کرلیا جائے، تو وہ محفوظ کرنے والے کی ملکیت میں آ جائے گا)۔

اور امام نووی تحریر کرتے ہیں: "أما إذا أخذ الماء في إناء من الماء المباح، فإنه يملكه، هذا هو الصواب، وقد نقل بعضهم الإجماع عليه" (نووی، ابوزکریا، محیی الدین، یحیی بن شرف (پ: ٦٣١ھ – و: ٦٧٦ھ)۔ المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج ١٠/ ٢٢٩، ط: ٢، بیروت، دار إحیاء التراث العربی ١٣٩٢ھ)۔ (بہرحال اگر پانی کو مباح پانی میں سے لیکر برتن میں رکھ لے تو وہ اس کا مالک ہو جائے گا، یہی صحیح بات ہے، اور بعض نے اس پر اجماع نقل کیا ہے)۔

اور امام ابو یوسف تحریر کرتے ہیں: "وإن هيأ له مصنعةً فاستسقى فيها بأوعيته حتى جمع فيها ماء كثيرا، ثم باع من ذلك، فلا بأس، إذا وقع في الأوعية فقد أحرزه، وقد طاب بيعه" (الخراج، فصل فی القنی وال آبار ص: ١٠٨)۔ (اور اگر بارش کا پانی جمع کرنے کے لیے حوض تیار کیا اور اس میں اپنے برتنوں سے پانی ڈالا، یہاں تک کہ اس میں بہت زیادہ پانی

جمع کر دیا، پھراس میں سے بیچا تو کوئی حرج نہیں، کیونکہ جب پانی برتن میں آ گیا تو اس نے اسے محفوظ کرلیا، اوراس کو بیچنا حلال رہا)۔

اور "مجلة الأحكام العدلية" میں ہے: "كذلك الماء المجتمع في الحوض أو الصهريج المنشأين لأجل جمع الماء فيهما ملك لصاحبهما" (مجلة الأحكام العدلية دفعه ۱۲۵۰)۔(ایسے ہی پانی جمع کرنے کی خاطر تعمیر کردہ حوض یا بڑے حوض میں جمع ہونے والا پانی اپنے مالک کی ملکیت ہیں) اور علامہ شامی تحریر کرتے ہیں: "مثله" المحرز في الصحاريج التي توضع لإحراز الماء في الدور" (ردالمحتار فصل الشرب ۶/۴۳۹)۔

(گھروں میں پانی محفوظ کرنے کے لیے رکھی جانے والی ٹنکیوں میں محفوظ کردہ پانی سے استفادہ مالک کی اجازت کے بغیر درست نہیں، کیونکہ محفوظ کرنے سے وہ ملکیت میں آ جاتا ہے) اور ایک جگہ لکھتے ہیں: "فلو أحرزه في جرة أو حب أو حوض مسجد من نحاس أو صفر أو جص وانقطع جريان الماء فإنه يملكه" (ردالمحتار ۶/۴۳۸)۔

سو اگر پانی گھڑے یا بڑے مٹکے یا مسجد کے حوض میں محفوظ کرلے، جو حوض پیتل یا تانبے یا چونے گچ کا بنا ہو، اور پانی کا بہاؤ بند ہوجائے، تو وہ اس کا مالک ہوجائے گا)۔

البتہ کنواں، ٹیوب ویل اور ہینڈ پائپ وغیرہ کی صورت میں ملکیت حاصل نہ ہوگی، اس کی علت بیان کرتے ہوے علاوہ ابن نجیم رقم طراز ہیں: "لأن الأنهار والآبار والحياض لم توضع لإحراز، والمباح لا يملك إلا بالإحراز" (البحرالرائق، مسائل الشرب ۸/۲۹۲)۔ (اس لیے کہ نہر، کنواں اور بڑے عام حوض پانی محفوظ کرنے کے ارادہ سے تعمیر نہیں کئے جاتے ہیں، حالانکہ مباح پر ملکیت محفوظ کرنے سے حاصل ہوتی ہے)۔

۱۲— پانی پر ملکیت حاصل ہونے والی تمام شکلوں میں پانی کی تجارت جائز ہے، جبکہ مفاد

عامہ متاثر نہ ہو، لہٰذا عوامی نلوں اور پانی کے ذخائر سے اپنے حق سے زیادہ لیکر اور دوسروں کو ان کے حق سے محروم کر کے اس پانی کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔

تشریح:

اپنے مملوکہ پانی کی تجارت کرنا جائز ہے، اور مملوکہ پانی کی خرید و فروخت اور تجارت جائز ہونے پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات سے اعتراض نہیں کیا جا سکتا ہے، جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی بیچنے سے منع فرمایا ہے، کیونکہ ان ارشادات نبوی میں وہ پانی مراد ہے جو دریا یا سمندر یا نہر یا جھیل کا ہو اور اسے مخصوص برتن میں محفوظ نہ کیا گیا ہو، امام نووی رحمۃ اللہ علیہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت: "**نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن بيع فضل الماء**" (صحیح مسلم، کتاب المساقاۃ، حدیث نمبر ۱۵۶۵)۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زائد پانی فروخت کرنے سے منع فرمایا)۔

اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: "**فيجب عليه بذل هذا الماء للماشية بلا عوض، ويحرم عليه بيعه، لأنه إذا باعه كأنه باع الكلأ المباح للناس كلهم الذى ليس مملوكا لهذا البائع**" (شرح النووی علی مسلم ۱۰/۲۲۹)۔ (صحراء میں جس کے پاس زائد پانی ہو اس پر لازم ہے کہ بے عوض مویشی کے لیے یہ پانی دے اور اس پر اسے فروخت کرنا حرام ہے، اس لیے کہ اگر وہ اسے بیچے گا تو گویا اس نے تمام لوگوں کے لیے اس مباح گھاس کو بیچ دیا، جو اس فروخت کنندہ کی ملکیت نہیں ہے)۔ اسی لیے مملوکہ پانی کی خرید و فروخت کے جائز ہونے کی صراحت تقریباً تمام فقہاء نے کی ہے، چنانچہ فتاوی عالمگیری نی نی میں ہے: "**وله بيعه، لأنه ملكه بالحراز، فصار كالصيد والحشيش**" (الہندیۃ ۵/۳۹۱، کتاب الشرب، الباب الاول)۔ اور مٹکے وغیرہ میں محفوظ کیے ہوئے پانی کو آدمی بیچ سکتا ہے، اس لیے کہ محفوظ

کرنے کی وجہ سے وہ اس کا مالک ہو گیا)۔

اور علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ علیہ تحریر کرتے ہیں : "وأما ما یحوزہ من الماء فی إنائه، أو یأخذه من الکلأ فی حیله، أو یحوزہ فی رحله، أو یأخذه من المعادن، فإنه یملکه بذلک، وله بیعه بلا خلاف بین أهل العلم، فإن النبی صلی الله علیه وسلم قال: لأن یأخذ أحدکم حبلا، فیأخذ حزمه من حطب، فیبیع، فیکف الله به وجهه، خیر له من أن یسأل الناس، أعطی أو منع" (صحیح البخاری حدیث نمبر ۲۳۷۳)... "وعلی ذلک مضت العادة فی الأمصار ببیع الماء فی الروایا، والحطب والکلأ، من غیر نکیر" (ابن قدامہ، ابو محمد، موفق الدین، عبد اللہ بن احمد (پ: ۵۴۱ھ — و: ۶۲۰ھ)، "المغنی فی باب بیع الاصول، فصل الخمر کان فی الارض ۹/ ۶۲، مکتبۃ القاہرۃ، ۱۳۸۸ھ — ۱۹۶۸ء)۔

(بہرحال جس پانی کو برتن میں جمع کرلے یا جس گھاس کو رسی میں باندھ لے، یا کجاوہ میں لے آئے، یا جسے کان سے حاصل کرلے تو وہ اس کا مالک ہوجائے گا، اور اہل علم کے درمیان اختلاف کے بغیر وہ اسے بیچ سکتا ہے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم میں سے کوئی رسی لے اور ایندھن کا گٹھڑ اٹھا کر لائے اور بیچے، اور اس کے ذریعہ اللہ اس کی عزت بچالے، یہ اس کے لیے اس سے بہتر ہے کہ لوگوں سے مانگتا پھرے، اسے دیا جائے یا نہ دیا جائے نی نی... اور تمام شہروں میں مشکیزہ کے اندر محفوظ پانی، ایندھن اور گھاس بیچنے کا بلانکیر رواج ہے)۔

البتہ اگر پانی کو برتن وغیرہ میں محفوظ نہ کیا گیا ہو تو اس پانی کو بیچنا درست نہیں ہے، جیسا کہ امام ابو یوسف تحریر کرتے ہیں : "فإذا کان إنما یجتمع من السیول، فلا خیر فی بیعه، وإن کان فی بئر أو عین، یزداد ویکثر، أو لا یزداد ولا یکثر، فلا خیر فی بیعه، ولو باعه لم یجز البیع ومن استقی منه شیئا فهو له" (الخراج ص: ۱۰۸، فصل فی القنی وال آبار)۔ (پھر

اگر پانی سیلاب سے جمع ہوتا ہو، تو اسے بیچنے میں کوئی بھلائی نہیں، اور اگر کنویں یا چشمہ میں ہو، جس میں اضافہ ہوتا ہو، یا اضافہ نہ ہوتا ہو، تو اسے بیچنے میں کوئی خیر نہیں، اور اگر اسے بیچ دے تو بیع جائز نہیں، اور جو اس سے کچھ پانی نکالے تو وہ اسی کا ہے)۔

البتہ اگر پانی کو بڑے پیمانے پر فروخت کرنے سے پانی کی قلت ہونے سے لوگ دشواری میں پڑ جائیں اور مفاد عامہ متاثر ہوجائے تو اس پیمانہ پر پانی کی تجارت کرنا درست نہیں۔ اسی طرح عوامی نلوں اور پانی کے ذخائر سے اپنے حق سے زیادہ لیکر اور دوسروں کو ان کے حق سے محروم کر کے اس پانی کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے، اس لیے کہ "الضرر الأشد یزال بالأخف" (الدر المختار کتاب الغصب، مطلب فی رد المغصوب ۶/ ۱۹۲)۔ (سخت ضرر کو ہلکے ضرر کے ذریعہ دور کیا جاتا ہے)۔

۱۳ـــ نشیبی علاقوں میں پلاٹنگ کر کے انہیں فروخت کرنا اور آبادیاں بسانا جب کہ ضرر عام لاحق ہو، درست نہیں، خواہ حکومت کی طرف سے ممانعت ہو یا نہ ہو۔

تشریح:

نشیبی علاقوں سے عام لوگوں کی منفعتیں وابستہ ہوتی ہیں، اور ان کے ختم کر دینے سے ضرر عام لاحق ہوتا ہے، اس لیے وہاں پلاٹنگ کر کے انہیں فروخت کرنا اور آبادیاں بسانا ضرر عام کی وجہ سے درست نہیں ہے، خواہ حکومت کی طرف سے ممانعت ہو یا نہ ہو، اگر چہ ہر ذی شعور انسان کو اپنی املاک میں تصرف کا حق ہے، اور اس کا تقاضا ہے کہ وہ جس طرح کا تصرف کرنا چاہے کرے، تاہم ایسا تصرف جس سے دوسرے کو واضح ضرر اور نقصان پہنچے اس کی اجازت نہیں ہے جبکہ حد سے بڑھا ہوا اور کھلا ہوا ضرر ہو "تنویر الأبصار" میں اور "الدر المختار" میں ہے :

"ولا یمنع الشخص من تصرفه فی ملکه، إلا إذا کان الضرر بجاره ضررا بینا، فیمنع

من ذلك، وعليه الفتوى" (تنویر الأبصار مع الدر المختار، کتاب القضاء، مسائل شتی ۵/۴۴۷–۴۴۸)۔ (اور کسی آدمی کو اپنی ملکیت میں تصرف کرنے سے واضح ضرر ہو تو اسے اس سے روکا جائے گا، اور اسی پر فتوی ہے)۔

اور درر الحکام میں ہے: "**کل یتصرف فی ملکه المستقل کیفما شاء أی أنه یتصرف کما یرید باختیاره، أی لا یجوز منعه من التصرف من قبل أی أحد، هذا إذا لم یکن فی ذلک ضرر فاحش للغیر**" (درر الحکام ۳/۲۱۰)۔ (ہر شخص اپنی مستقل ملکیت میں جس طرح چاہے تصرف کرسکتا ہے، یعنی وہ اس طرح تصرف کرسکتا ہے، جس طرح اپنے اختیار سے چاہے، یعنی کسی کی طرف سے اسے تصرف سے روکنا جائز نہیں ہے، جبکہ اس میں دوسرے کا حد سے بڑھا ہوا ضرر نہ ہو)۔

اس کو مثال سے اس طرح سمجھنا چاہئے کہ ہر آدمی کو اپنی ملکیت میں آگ جلانے کا حق ہے، لیکن تیز ہوا کے وقت وہ اپنی ملکیت میں اس طرح آگ نہیں جلا سکتا ہے کہ پڑوسی کی جائیداد جل جائے، وہ اگر ایسا کرتا ہے تو اسے حد سے تجاوز کرنے والا سمجھا جائے گا، اور اسے تاوان دینا ہوگا۔

الغرض ہمیشہ افراد کے ضرر کے مقابلہ میں عام لوگوں کے ضرر کے ازالہ کو ترجیح حاصل ہوتی ہے، چنانچہ یہ فقہی ضابطہ پہلے گزرا ہے: "**یتحمل الضرر الخاص، لأجل دفع الضرر العام**" (الأشباہ والنظائر ص: ۷۹)۔ (عام ضرر کو دور کرنے کے لیے خاص ضرر کو برداشت کیا جائے گا)۔

اور اگر نشیبی جگہ کسی کی ملکیت نہ ہو، تو وہاں کی آبادی والوں کا حق متعلق ہونے کی وجہ سے اسے الاٹ نہیں کیا جاسکتا ہے، چنانچہ امام کاسانی رحمہ اللہ علیہ تحریر کرتے ہیں: "**ما کان خارج البلدة من مرافقها، محتطبا بها لأهلها، أو مرعی لهم، لا یکون مواتا، حتی**

لايملك الإمام إقطاعها، لأن ما كان من مرافق أهل البلدة، كفناء دارهم، وفي الإقطاع إبطال حقهم" (بدائع الصنائع ۶ر ۱۹۴، کتاب الأراضی، أنواع الأراضی)۔ (شہر کے باہر عام منافع اور سب کے کام کی جگہیں، جہاں اہل شہر لکڑیاں جمع کرتے و اکٹھا کرتے ہیں اور اپنے جانوروں کو چراتے ہیں، وہ مردہ زمین نہیں ہوں گی، یہاں تک کہ امام ان کو الاٹ نہیں کرسکتا، اس وجہ سے کہ اہل شہر کی یہ جگہیں ان کے گھر کے صحن کی طرح ان کا حق ہیں اور الاٹ کرنے میں ان کے حق کو باطل کرنا ہے) اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ علیہ رقمطراز ہیں: "**فأما إذا نضب الماء عن جزيرة في دجلة مثل هذه الجزيرة التي بحذاء بستان موسى، وهذه الجزيرة التي من الجانب الشرقي - فليس لأحد أن يحدث فيها شيئا، لا بناء ولا زرعا، لأن مثل هذه الجزيرة إذا حصنت وزرعت، كان ذلك ضررا على أهل المنازل والدور: قال: ولا يسع الإمام أن يقطع شيئا من هذا، ولا يحدث فيه حدثا**" (الخراج، فصل فی الجزائر ص:۱۰۵)۔

(بہر حال اگر دجلہ کے جزیرہ (جیسے باغ موسی کے مقابل کے جزیرے، اور مشرقی حصے کے جزیرے) کا پانی خشک ہوجائے، تو کسی کو حق نہیں کہ اس میں نئی چیز بنائے، نہ عمارت، نہ کھیت، اس وجہ سے کہ یہ جزیرہ اگر محفوظ کر کے اس میں کاشت کاری کی جائے، تو وہاں کے گھر اور مکان والوں پر ضرر ہوگا، اور امام بھی اس میں سے کسی حصہ کو الاٹ نہیں کرسکتا ہے اور نہ ہی اس میں کوئی نئی چیز بنا سکتا ہے)۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ علیہ نے مزید لکھا ہے: "**وإذا نضب الماء عن جزيرة في دجلة والفرات، وكانت بحذاء منزل رجل وفنائه، فأراد أن يصيرها في فنائه، ويزيدها فيه، فليس له ذلك، ولا يترك ذلك**" (مرجع سابق ص:۱۰۶)۔

(اگر دجلہ اور فرات کے جزیرہ کا پانی خشک ہوجائے، اور وہ کسی کے گھر اور اس کے

صحن کے سامنے ہو، اور اس نے چاہا کہ اس کو اپنے صحن میں ملا کر بڑھائے، تو اس کو اس کا حق نہیں ہے، اور نہ اسے یہ کام کرنے دیا جائے گا)۔

۱۴۔ ہر شہری کو پانی کی فراہمی حکومت کی ذمہ داریوں میں سے ہے، وہ اس پر مناسبت معاوضہ بھی لے سکتی ہے، اور معاوضہ پر قدرت رکھنے والوں سے اجرت نہ ادا کرنے کی صورت میں پانی روک لینے کا حق رکھتی ہے۔

تشریح :

مصالح عامہ کو قائم کرنا اور عمومی مفاسد کو دور کرنا حکومت کی ذمہ داری ہے، چنانچہ رعایا کی بنیادی ضرورتوں کو پورا کرنا، حکومت کے فرائض منصبی میں داخل ہے، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے : "**الإمام راع، وهو مسؤول عن رعيته**" (صحیح البخاری، حدیث نمبر ۲۴۰۹، ۲۵۵۸، صحیح مسلم حدیث نمبر ۱۸۲۹)۔(سربراہ مملکت نگراں ہے اور اس سے اپنے ماتحت رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا) اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ کو لکھا : "**إن أسعد الرعاة من سعدت به رعيته، وإن أشقى الرعاة عند الله من شقيت به رعيته، وإياك أن ترتع فيرتع عمالك**" (مصنف ابن ابی شیبہ حدیث نمبر ۳۴۴۴۸)۔ بہترین حکمراں وہ ہیں جن کی وجہ سے رعیت خوشحال ہو اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین حکمراں وہ ہیں جن کی وجہ سے رعایا بدحال ہو، اور رشوت خوری سے بچو کہ تمہارے افسران اس مرض سے محفوظ رہیں)۔

الغرض پبلک کے لیے پانی کا نظم کرنا بھی حکومت کے واجبات میں سے ہے، چنانچہ فقہاء نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ بڑی ندی کی کھدائی اور اس کی درستگی کی ذمہ داری سربراہ مملکت پر ہے، ہدایہ میں ہے : "**الأنهار ثلاثة :نهر غير مملوك لأحد (و) كريه**

على السلطان من بيت مال المسلمين، لأن منفعة الكرى لهم" (الهداية كتاب فصل إحياء الموات، فی کری الأنہار ۴/ ۳۸۹)۔ (نہر کی تین قسمیں ہیں: ایک وہ نہر جو کسی کی ملکیت نہیں اور اس کی کھدائی حاکم کے ذمہ ہے جسے وہ مسلمانوں کے سرکاری خزانہ سے ادا کرے گا، اس لیے کہ کھدائی کی منفعت ان ہی کے لیے ہے)۔ اور عبد اللہ بن محمود بن مودود رحمہ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: "**كري الأنهار العظام على بيت المال لأن منفعتها للعامة، فيكون في مالهم، فإن لم يكن في بيت المال شئ، أجبر الناس على كريه، إذا احتاج إلى الكري إحياء لحق العامة، ودفعا للضرر عنهم، لكن يخرج الإمام من يطيق العمل، ويجعل مئونتهم على المياسير الذين لا يطيقونه**" (ابن مودود، موصلی حنفی، مجد الدین، ابو الفضل، عبد اللہ بن محمود (پ: ۵۹۹ھ-:۶۸۳ھ) "الاختیار لتعلیل المختار فی کتاب الشرب، فصل کری الأنہار العظام ۳/ ۷۲، القاہرۃ، مطبعۃ الحلبی، ۱۳۵۶ھ-۱۹۳۷ء)۔

(بڑی نہروں کی کھدائی بیت المال کے ذمہ ہے، اس لیے کہ ان کی منفعت عام لوگوں کے لئے ہے، لہٰذا ان کا خرچہ بھی ان کے مال میں ہوگا، تو اگر سرکاری خزانہ میں کچھ نہ ہو، تو لوگوں کو بڑی نہر کی کھدائی پر مجبور کیا جائے گا، اگر کھدائی کی ضرورت ہو، عام لوگوں کے حق کو زندہ کرنے اور ان سے ضرر دور کرنے کی خاطر، لیکن امام ان افراد کو کھودنے کے لیے لے جائے گا، جن کے اندر کام کی طاقت ہو، اور ان کا خرچہ ان مالداروں کے ذمہ ڈال دے گا جو کام کی طاقت نہیں رکھتے)۔

البتہ حکومت چونکہ عوام تک پانی کی سپلائی ایک نظام کے تحت کرتی ہے، پہلے اس پانی کو اسٹور کرتی ہے اور اپنے قبضہ میں لاکر پائپ لائن کے ذریعہ اسے لوگوں تک پہنچاتی ہے، اور اس کے لیے مستقل عملہ رکھنا پڑتا ہے، پانی پہنچانے کے لیے انجن یا موٹر لگانا پڑتا ہے، جس میں ڈیزل یا بجلی کے مستقل اخراجات ہوتے ہیں، اس لیے پانی کی فراہمی پر حکومت مناسب

معاوضہ لے سکتی ہے، کیونکہ پائپ لائن میں پانی آنے سے پانی پر حکومت کی ملکیت ثابت ہوجاتی ہے، لہٰذا معاوضہ پر قدرت رکھنے والوں سے اجرت نہ ادا کرنے کی صورت میں پانی روک لینے کا حق بھی رکھتی ہے، ہاں حکومت کے لیے مناسب ہے کہ ہر محلہ میں ایک دو نلکے مفت بھی فراہم کرے، تا کہ غریبوں اور اتفاقی طور پر فیس جمع نہ کر پانے والوں کو سخت دشواری نہ ہو۔

۱۵۔ پانی کی نکاسی کا نظام بنانا اور شہریوں کی صحت کا خیال رکھنا حکومت کی ذمہ داری ہے اور عوام کا فریضہ ہے کہ وہ حکومت کے ایسے نظام وقوانین کا لحاظ رکھیں۔

تشریح:

پبلک کی بنیادی ضرورتوں کا عمومی انتظام کرنا، حکومت کی ذمہ داری ہے، جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "**من ولی شیئا من أمر المسلمین لم ینظر اللہ فی حاجتہ حتی ینظر فی حوائجھم**" (المعجم الکبیر للطبرانی حدیث نمبر ۱۳۶۰۳)۔ (جو شخص مسلمانوں کے کسی معاملے کا ذمہ دار بنا، تو اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت کا اہتمام نہیں فرمائے گا، یہاں تک کہ وہ مسلمانوں کی ضرورتوں کا اہتمام نہیں کرے گا، یہاں تک کہ وہ لوگوں کی ضرورتوں کی فکر کرے)۔

لہٰذا دیگر مصالح عامہ کی طرح پانی کی نکاسی کا نظام بنانا، اور حفظان صحت کا نظم کرنا بھی حکومت کے فرائض میں شامل ہے، کیونکہ ڈرینج بنانا پوری آبادی کی صحت کی حفاظت کا ذریعہ ہے، اگر استعمال شدہ پانی کی نکاسی کا کوئی نظم نہ ہو تو وبائی امراض پھوٹ پڑیں گے، راستے بند ہوجائیں گے، لوگوں کی صحت خراب ہوگی، اور عوامی زندگی میں خلل پڑے گا، اس لیے کہ یہ پانی آبادیوں میں پھیل جائے گا، اور نالے گڑھے میں محبوس ہو کر رہ جائے گا، تو پانی سڑے گا، اس میں

مچھر وغیرہ پیدا ہوجائیں گے، جس سے طرح طرح کی بیماریاں پیدا ہوں گی اور تعفن کی وجہ سے انسان کی زندگی اجیرن ہوجائے گی، امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں : "**وإصلاح النهر العام علی بيت المال، لأنه من تمام نوائب المسلمين، و مال بيت المال معد لذلک**" (سرخسی، المبسوط، کتاب الشرب، باب الخیار فی الشرب ۲۳/ ۲۰۳)۔(اور عام نہر کو درست کرنا بیت المال کے ذمہ ہے، اس لیے کہ یہ کام مسلمانوں کی دشواریوں کو ختم کرنے کے قبیل سے ہے اور اسلامی سرکاری خزانہ کا مال اسی مقصد کے لیے ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی پریشانیوں کا ازالہ کیا جاسکے)۔

سرخسی رحمۃ اللہ علیہ کی اس تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ عمومی مصالح کی رعایت کرنا سربراہ مملکت پر واجب ہے، اور گندے اور استعمال شدہ پانی کی نکاسی کا مسئلہ بھی مصالح عامہ کی جنس سے ہے، اس لیے اس کے انتظام کی ذمہ داری حکومت پر ہوگی۔

اور ہر کار خیر میں چونکہ تعاون مطلوب ہے اور عام لوگوں کو نفع پہنچانا اور ان سے مضرت کے سامان اور تکلیف دہ امور کو دور کرنے کی بڑی فضیلت اور ثواب ہے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا : "**إماطة الأذى عن الطريق صدقة**" (صحیح البخاری ۳/ ۱۳۳، تعلیقا)۔(راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانا صدقہ ہے) اور ایک روایت میں ہے : "**وأدناها إماطة الأذى عن الطريق**" (صحیح مسلم حدیث نمبر ۳۵)۔ (ایمان کی بہتر (۷۲) سے زائد شاخوں میں سے کمتر درجہ کی شاخ راستہ سے تکلیف دہ چیزوں کو ہٹانا ہے)۔

اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا : "**عرضت علی أعمال أمتي حسنها و سيئها، فرأيت من أحسن أعمالهم الأذى يماط عن الطريق**" (مسند أبی داؤد الطیالسی، حدیث نمبر ۴۸۵، مسند احمد حدیث نمبر ۲۱۵۴۹، اور اس کی سند صحیح ہے)۔(مجھ پر میری امت کے اچھے برے اعمال پیش کیے گئے، تو میں نے ان کے اچھے اعمال

میں سے ایک عمل تکلیف دہ چیز کو راستہ سے ہٹانا، دیکھا) لہٰذا عوام کو چاہیے کہ اچھے کاموں اور مشکلات میں حکومت کی مدد کریں، اور پانی کی نکاسی کے نظام وغیرہ میں حکومت کے معاون ثابت ہوں۔

☆☆☆

خاتمہ

فقہ اکیڈمی (انڈیا) کی گوناگوں خدمات میں سے سالانہ فقہی سمینار کے علمی، فقہی اور تحقیقی مقالات ومناقشات کے مجموعہ پر مشتمل مجلہ شائع کرنا بھی ہے، چنانچہ یہ مجلہ انتہائی علمی، تحقیقی اور دستاویزی نوعیت کا ہوتا ہے۔ اکیڈمی نے ''آبی وسائل اور ان سے متعلق شرعی احکام نئی نئی سے متعلق مجلہ بھی بنام ''آبی وسائل، شرعی احکام وضوابط نئی نئی بہت ہی خوبصورت، دیدہ زیب شکل میں شائع کیا ہے، سو اگر آپ موضوع کے تمام پہلوؤں کا مطالعہ کرنا چاہیں تو اکیڈمی کے اس مجلہ سے استفادہ کرسکتے ہیں، اس مجلہ کی ضخامت ۶۸۳ صفحہ ہے، جو ۲۴ مقالہ نگار حضرات کے رشحات قلم کا نتیجہ ہے، ان کے اسماء گرامی ہیں: مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، مولانا صفدر زبیر ندوی، مولانا محمد حذیفہ داحودی، مولانا خورشید انور اعظمی، مفتی راشد حسین ندوی، مولانا روح الامین، مفتی عبد الرحیم کشمیری، مولانا رحمت اللہ ندوی، ڈاکٹر مفتی محمد شاہجہاں ندوی، مفتی شاہد علی قاسمی، مولانا ابرار حسن ایوبی ندوی، مولانا محمد مصطفی قاسمی، مولانا توقیر بدر قاسمی، مفتی تنظیم عالم قاسمی، مفتی سید باقر ارشد قاسمی، مولانا عبد الجلیل قاسمی، مفتی عبد اللہ کاوی والا، حافظ شیخ کلیم اللہ عمری، مولانا ابوسفیان مفتاحی، مولانا شیر علی گجراتی، مفتی ظہیر احمد کانپوری۔

اور یہ مجلہ پیش لفظ اور چار بابوں پر مشتمل ہے، پیش لفظ میں مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب حفظہ اللہ ورعاہ نے موضوع کا تعارف کرایا ہے، جبکہ پہلا باب تمہیدی امور، دوسرا باب: مقالات، تیسرا باب: مختصر مقالات اور چوتھا باب: مناقشہ پر مشتمل ہے۔

☆☆☆

تجاویز

آبی وسائل اوران کے شرعی احکام

پانی اللہ تعالی کی بڑی اہم نعمت ہے، یہ انسان کی بنیادی ضرورتوں میں سے ہے، اس لئے اللہ تعالی نے اس کے متعلق بہت سے احکام دیئے، لہٰذا اس کی قدر کی جائے اور اس کا لحاظ رکھتے ہوئے پانی میں اسراف کی ممانعت کردی گئی، اور اس کو آلودہ کرنے سے سختی سے منع کردیا گیا ہے، اور چونکہ سبھی کو اس کی ضرورت پڑتی ہے اس لئے اس میں کسی کی اجارہ داری تسلیم نہیں کی گئی، نہ ہی ایسی ذخیرہ اندوزی کرنے کی اجازت دی گئی جو کسی کی حق تلفی کا سبب ہے۔

۱۔ جن امور میں پانی استعمال کرنے کی اجازت ہے ان میں بلاضرورت یا ضرورت سے زیادہ استعمال کرنا اسراف ہے۔

۲۔ موقوفہ پانی میں اسراف کرنا حرام ہوگا اور اگر مملوکہ ومباح پانی ہے تو اس میں مکروہ ہوگا۔

۳۔ شریعت نے پانی کو صرف پاک رکھنے ہی کے احکام نہیں دیئے ہیں بلکہ پانی کو آلودگی سے بچانے کے لئے بھی شریعت نے متعدد احکام دیئے ہیں؛ لہٰذا یہ بھی ضروری ہے۔

۴۔ پانی کی قلت کے پیش نظر اگر حکومتیں مفاد عامہ کی خاطر پانی کے بعض استعمالات پر پابندی لگاتی ہیں تو یہ درست ہے اور اس پر عمل ضروری ہے بشرطیکہ یہ پابندی کسی شرعی یا طبعی ضرورت کو پورا کرنے میں رکاوٹ نہ ہو۔

۵۔ مملوکہ زمین کے نیچے پانی مباح الاصل ہے کسی کی ملک نہیں، بوقت ضرورت مصلحت

عامہ کے پیش نظر حکومت بورنگ کرانے سے روک سکتی ہے۔

۶– پانی کی حفاظت اور اس کا ذخیرہ کرنا اصلاً حکومت کی ذمہ داری ہے تاہم افراد پر بھی اس کی ذمہ داری ڈالی جاسکتی ہے کہ زیر زمین پانی کی مناسب سطح باقی رکھنے کے لئے مناسب تدبیر اختیار کریں اور تعاون کریں۔

۷– بوقت ضرورت مفادہ عامہ کے پیش نظر ڈیم تعمیر کرنے کے لئے آبادی منتقل کی جاسکتی ہے بشرطیکہ فوری ایسا عادلانہ معاوضہ ادا کیا جائے جو لوگوں کے لئے تلافی مافات اور باز آبادکاری کے لئے کافی ہو سکے۔

۸– یہ ضروری ہے کہ سیلاب کے موقع سے بالائی اور نشیبی دونوں آبادیوں کے تحفظ کا خیال رکھا جائے اور حتی الامکان وہ صورت اختیار کی جائے جس میں کم سے کم نقصان ہو۔

۹– اپنی جائز ضرورتوں کو پورا کرنا بغیر دوسروں کو ضرر پہنچائے درست ہے۔

۱۰– نہروں سے استفادہ بقدر ضرورت جائز ہے بشرطیکہ اس سے نہروں اور دوسرے لوگوں کو نقصان نہ ہو۔

۱۱– وہ تمام صورتیں جن میں پانی کو کسی چھوٹے بڑے برتن یا چیزمیں بالقصد محفوظ کرلیا جائے، ملکیت ثابت ہوجاتی ہے، البتہ پانی کو مملوک بنانے کے لئے ایسی شکل اختیار نہ کی جائے جس سے عوام الناس کو ضرر لاحق ہو۔

۱۲– پانی پر ملکیت حاصل ہونے والی تمام شکلوں میں پانی کی تجارت جائز ہے جبکہ مفاد عامہ متاثر نہ ہو، لہٰذا عوامی نلوں اور پانی کے ذخائر سے اپنے حق سے زیادہ لے کر اور دوسروں کو ان کے حق سے محروم کر کے اس پانی کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔

۱۳– نشیبی علاقوں میں پلاٹنگ کر کے انہیں فروخت کرنا اور آبادیاں بسانا جب کہ ضرر عام لاحق